تصویر کسی کاغذ پر کھینچ دیجائے اور اس کو گھوڑا کہیں یہ اطلاق استعارۃً ہے ورنہ حقیقتاً یہ گھوڑا نہیں ہے۔ سب سے بڑی چیز شاعری میں اظہار جذبات ہیں اگر اس سے شعر خالی ہیں تو وہ شعر کہے جانے کا مشکل سے مستحق ہوگا۔ بلغا ہنود بدیع کو زیور سے تشبیہ دیتے ہیں چنانچہ جہاں پر بدیع کے اقسام کا بیان ہی وہاں پر لکھتے ہیں۔

بدیع کی تمثیل

दोषैर्मुक्तं गुणैर्युक्तमपि येनोज्झितं वचः ।
स्त्रीरूपमिव नो भाति तं ब्रुवे लंकियोच्चयम् ॥ ९ ॥

ترجمہ۔ عیوب سے پاک خوبیوں سے آراستہ کلام (نظم) جس کے بغیر عورت کی صورت کی طرح زینت حاصل نہیں ہوتی اُس النکار (بدیع) کے اقسام کو ہم بیان کرتے ہیں

اس کے آگے پانچ اشلوکوں میں صرف النکاروں کے نام گنائے گئے ہیں جن میں سے پہلے چتر۔ انوپراس۔ وکروکتی اور یمک یہ چار شبد النکار (صنائع لفظی) ہیں اس کے بعد ارتھالنکار (صنائع معنوی) کا ذکر ہے۔ بخیال طوالت ہم ان کو نظر انداز کرتے ہیں۔ ہنود کی شاعری کی تفصیلی بحث کے لئے ایک دفتر چاہیئے۔ ہنود میں بھی یہ نہایت مکمل اور مستقل فن ہے میں نے جو کچھ لکھا ہے وہ مشتے نمونہ از خروارے ہے صرف انھیں چیزوں کے ذکر پر کفایت کی ہے جو تعریف شاعری میں اُن کا صرف سمجھ لینا ضروری تھا۔

ہنود کی تحقیقات چیستاں

ہنود نے جس قدر چیستاں کے اقسام لکھے ہیں اُس قدر کسی قوم کے لٹریچر میں اب تک نظر نہیں پڑے۔ اگرچہ ہنود کے بلاغت میں ہر قسم رموز و اشارات کو داخل چیستاں کیا ہے جن کے لئے ابن رشیق نے جداگانہ باب قائم کیا ہے اور بہت سے اقسام کا ذکر کیا ہے اور انھیں میں چیستاں بھی ایک قسم ہے۔

ابن رشیق اور ہنود کی تقسیم کا فرق

ابن رشیق کے نزدیک چیستاں اور رموز میں عام خاص مطلق کی نسبت ہے یعنی رموز جنس ہے اور چیستاں اُس کی ایک نوع ہے بخلاف بلغا ہنود کے جن کے نزدیک رموز اور چیستاں میں مساوات

کی نسبت ہو یعنی ہر فرد رمز پر چیتاں کا مفہوم صادق آتا ہے اور ہر فرد چیتاں پر رمز کا مفہوم صادق آتا ہے۔ لیکن اس امر میں اب تک ہر ایک متفق نظر آئے کہ چیتاں محل بلاغت ہو کسی کلام کے بلیغ ہونے کے لئے جو شرائط پائے ہیں ان میں سے ایک شرط ہے کہ کلام میں تعقید نہ ہو یعنی طرز ادا میں ایسی پیچیدگی نہ ہو جس سے اس عبارت کا سمجھنا دشوار ہو پیچیدگی کے بہت سے اسباب ہیں جن کو ہم اوپر لکھ چکے ہیں اُن میں سے ایک سبب یہ بھی ہے کہ جملہ میں الفاظ کی نشست بے قاعدہ ہو فاعل کہیں ہو مفعول کہیں ہو صفت کہیں موصوف کہیں ہو مضاف کہیں اور مضاف الیہ کہیں اس صورت میں کہنے والے کے ذہن میں جس ترتیب سے مضمون واقع ہے اگر بیان میں الفاظ کی وہی ترتیب نہ ہوگی تو مدعائے قائل سمجھ میں نہیں آئیگا اس کی دو صورتیں ہیں ایک لفظی پیچیدگی دوسرے معنوی پیچیدگی لفظی پیچیدگی جو الفاظ کے اولٹ پھیر سے پیدا ہوتی ہے جیسے سودا کا یہ شعر ؏

لوٹے ہو سبزہ پہ ازبسکہ ہوائے بجل ۔۔۔ بار سے آب رواں عکس ہجوم گل کے

اس شعر میں الفاظ کی ترتیب چونکہ باقاعدہ نہیں ہے اس لئے مضمون شعر واضح نہیں ہے عبارت کو یوں ہونا چاہتا تھا کہ عکس ہجوم گل کے بار سے سبزے پر آب رواں لوٹے ہے یا ظفر کا شعر جس کی تعقید بہت بڑھ گئی ہے ؏

سر ہمارا اُسنے جس دم تھا تراشا دیکھنا ۔۔۔ یار و اس نوخط کی تم مشق ستم مثل قلم

دوسرے معنوی پیچیدگی اس کی صورت یہ ہے کہ کلام میں جب استعارات بعیدہ دور از فہم استعمال کئے جاتے ہیں تو ذہن سامع جلد اُس مضمون تک نہیں پہونچتا۔ باوجودیکہ الفاظ بھی صاف ہوں جیسے ایک شاعر کہتا ہے ؏

رکھ دینا میری قبر میں شیشہ گلاب کا ۔۔۔ تصویر یار بہر نکیرین پاس ہو

مدعائے شاعر یہ ہے کہ جب نکیرین مجھ سے عشق کا حال پوچھیں گے اور اُن کو میں یار کی

تصویر دکھا دونگا تو پھر وہ غش کھا کر گر جائینگے ان کو پھر ہوش میں لانے کے لئے گلاب کی حاجت ہوگی اسی طرح ایک فارسی کا شعر ہے ؎

آنچہ بر ما میرود گر بر شتر رفتے زغم — میزندندے کافراں در جنت الماوی قدم

ترجمہ۔ مجھ پر جو کچھ گذرا ہے اگر وہ اونٹ پر پڑتا تو تمام کافر جنت میں جاتے

شاعر یہ کہ رہا ہے کہ میں اس قدر غم میں مبتلا ہوں کہ اگر اتنا رنج اونٹ کو اٹھانا پڑتا تو وہ غم سے گھل کر اتنا باریک ہوجاتا کہ دھاگے کی طرح سوئی کے ناکے سے گذر جاتا قران پاک میں ہے (ولا یدخلون الجنة حتی یلج الجمل فی سم الخیاط) ترجمہ (کفار) جنت میں نہیں جائینگے جب تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں (سے ہوکر) گذر نہ جائے)۔ اب چونکہ وہ سوئی کے ناکے سے گذر سکتا ہے اور اس وجہ سے اس آیۃ کی شرط کے مطابق کافر جنت میں داخل ہونگے اس قسم کی تعقید فصاحت کلام پر اثر ڈالتی ہے دیکھنا یہ ہے کہ پہیلی اس حد میں داخل ہے یا نہیں۔

میر سید شریف کی تعریف علم بیان

میر سید شریف شرح مفتاح سکاکی میں تعریف علم بیان لکھتے ہیں کہ ان قصد التعمیة والالغاز فی الکلام الموضوع للافادة بعد خلل فی تصرف الذهن عند البلغاء لهذا صرحوا بان شیئا من المعمیات لیس بفصیح واقتصروا فی تعریف البیان علی ما ذکر وابناء علی ان مقابله مردود۔

ترجمہ۔ جس کلام کا مقصد مخاطب کو کسی بات کا سمجھانا ہو اگر وہ معما یا چیستاں بنا دیا جائے تو بلغاء کے نزدیک ذہن کے عمل میں مخل ہے اس وجہ سے بلغاء نے صاف کہہ دیا ہے کہ اقسام معما میں سے کوئی قسم بھی فصیح نہیں ہے اور علم بیان کی حقیقت صرف وضوح ہے یعنی کلام کا صاف ہونا قرار دیا ہے اس بنا پر کہ اس کا مقابل مردود ہے۔

اس تعریف سے کلام غیر واضح علم بیان کے تحت میں نہیں آتا پھر بلاغت کے حد سے بھی خارج ہوگا

پہیلی کی پیچیدگی مخل بلاغت نہیں

مگر میرے نزدیک پہیلی کی پیچیدگی بلاغت کلام

ہیں کوئی بُرائی نہیں پیدا کرتی کئی وجہ سے اول تو جو پیچیدگی مخل فصاحت ہے وہ پہیلی میں پائی نہیں جاتی اس لئے کہ جس کلام کا مدعا یہ ہو کہ اُس سے مخاطب متکلم کے مافی الضمیر کو با آسانی سمجھ سکے مگر وہ کلام اس کو کسی پیچیدگی کی وجہ سے پورا نہیں کر سکتا تو وہ مخل فصاحت ہے یہ اصول بلاغت کے خلاف ہے کہ جس مقصد کے لئے کلام کی ترتیب ہو وہ غایت اُس سے حاصل نہ ہو دوسرے یہ کہ ہر کلام میں جو چیز پیش نظر ہوتی ہے وہ صرف یہ ہے کہ متکلم نے اپنے کلام کی ترتیب سے جو ارادہ کیا ہے وہ ارادہ کہاں تک پورا ہوتا ہے اور کس طرح وہ اس میں کامیاب ہوتا ہے اگر متکلم کا یہ ارادہ ہو کہ وہ اپنے کلام کو اس طرح پر ترتیب دے کہ مدعا بآسانی سمجھ میں نہ آئے لیکن بجائے اس کے اُس کو ہر شخص بآسانی سمجھ سکے تو یہ خلاف بلاغت ہوگا جس طرح اغراض و مقاصد کلام مختلف ہوتے ہیں اسی طرح طرز ادا کو بھی مختلف ہونا ضروری ہے ایک شخص یہ چاہتا ہے کہ ہمارے کلام سے مخاطب کو غصہ آئے اور اس کا مزاج مشتعل ہو اور اس مقصد کے پورا کرنے کے لئے کلام کو ترتیب دیتا ہے لیکن بجائے اس کے کہ مخاطب برہم ہو اُس کو ہنسی آتی ہے چونکہ اس ترتیب کلام سے وہ مدعا حاصل نہیں ہوتا جس کے لئے اس کی ترتیب واقع ہوئی ہے تو یہ کلام بلغا کے نزدیک پایۂ بلاغت سے ساقط ہوگا ہر کلام کی خوبی یہی ہے کہ جس مقصد کے لئے وہ ترتیب دیا جائے اُس کو باحسن وجوہ پورا کرے تیسرے یہ کہ فصاحت

کے شعرائے بلغا نے جو کچھ بیان کئے ہیں وہ یہ ہیں کہ نظم کلام اوس زبان کے اصول نحوی و صرفی کے خلاف نہ ہو اور اُس زبان میں وہ الفاظ ثقیل اور غیر مانوس نہ ہوں اور پیچیدگی لفظی یا معنوی بھی نہ ہو اگر کسی پہیلی کے جملوں کی ترتیب ان عیوب سے خالی ہوگی تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ وہ فصیح نہ کہی جائے جب کہ اُس کا مقصود فراست اذہان کی آزمائش ہو۔

چوتھے یہ کہ اقسام بدیع جن کا تعلق صنائع لفظی و معنوی سے ہے وہ فصاحت و بلاغت کے اصول و قواعد کے ماتحت نہیں ہیں بلکہ یہ جداگانہ چیزیں ہیں جن کا تعلق محض تفریح طبع سے ہے اور یہ کسی موضوع کے تحت میں نہیں آتے اس لئے کہ ان میں سے ہر ایک جداگانہ نوعیت رکھتا ہے کسی اصول کلی کے ذیل میں نہیں آسکتا اور نہ اُن کا کوئی حصر ہو سکتا ہے ہمیشہ اس کے اقسام بڑھتے رہتے ہیں اور نئے نئے اسلوب پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ جیسے خود حضرت امیر خسرو نے اپنے ذاتی اجتہاد سے بہت سے اقسام صنائع لفظی و معنوی کے بڑھائے ہیں آزاد بلگرامی نے بھی اقسام بدیع میں معتد بہ اضافہ کیا ہے اس حقیقت کے زیادہ واضح کرنے کے لئے ہم یہاں تھوڑا سا قارئین

مضمون کا وقت لینا چاہتے ہیں جس سے اس اعتراض کی بنیاد کمزور ہو جائے گی اور پھر کوئی شبہ باقی نہیں رہے گا اس لئے کہ ہندی مصنفین نے بھی یہی لکھا ہے کہ پہیلی کے جمیع اقسام رس کو کھنڈت کرنے والے ہیں لیکن تعجب ہے کہ اس سے بھی زیادہ مشکل صنائع کے مدح وثنا میں رطب اللسان ہیں جو وقت اور تعقید لفظی میں پہیلیوں سے بھی زیادہ ہیں تلسی داس کا ایک شعر ہے

तुलसी राम सनेह करु त्यागु सकल उपचार
जैसे घटत न अंक नव नव के लिखत पहार

تلسی رام سینہ کرو تیاگ سکل اوپچار　　جیسے گھٹت نہ ایک نو کے لکھت پہار

یعنی اے تلسی رام کی محبت اختیار کر اور دنیا کا تعلق چھوڑ جیسے نو کا پہاڑا لکھنے سے نو کے عدد نہیں گھٹتے۔ ظاہر میں یہ بالکل چیستاں ہے مقصود شاعر یہ ہے کہ نو کا تمام پہاڑا لکھ جائے نو کے عدد بعینہ باقی رہتے ہیں اسی طرح خدا کا تعلق بہرحال باقی رہتا ہے نو کے پہاڑے کی صورت یوں ہے۔

۹×۲ = ۱۸	۸ + ۱ = ۹	۹×۴ = ۳۶	۶ + ۳ = ۹	۹×۶ = ۵۴
۹×۳ = ۲۷	۷ + ۲ = ۹	۹×۵ = ۴۵	۵ + ۴ = ۹	۴ + ۵ = ۹
۹×۷ = ۶۳	۳ + ۶ = ۹	۹×۸ = ۷۲	۲ + ۷ = ۹	
۹×۹ = ۸۱	۱ + ۸ = ۹			

۹ کا عدد برابر باقی رہتا ہے۔

متقدمین کے نزدیک کلام کی دو قسمیں

حقیقت یہ ہے کہ متقدمین نے کلام کی دو قسمیں کی ہیں ایک کلام مطبوع دوسرا کلام مصنوع۔ کلام مطبوع متقدمین کے

نزدیک وہ کلام ہے جو اپنے حد ذات میں مکمل ہو اس طرح سے کہ اُس کی دلالت اپنے معنی مقصود پر واضح ہو اس لیے کہ عبارت کا مدعا الفاظ کا زبان سے ادا کرنا ہی نہیں ہے بلکہ متکلّم کے مافی الضمیر کو مخاطب پوری طرح سمجھ لے اس مدعا کے حصول کے بعد اگر کلام میں زیبائش اور خوبی پیدا کی جائے تو یہ امر اُس پر مستزاد ہوگا اور اُس کلام میں خوبی پیدا کرے گا جیسے سجع یا توریہ یا مطابقہ وغیرہ جن میں سے اکثر قرآن پاک میں وارد ہیں اور اسس کا مدعا لذّت اور حلاوت اسماع ہی لیکن اس کا مرتبہ افادہ معنی مقصود کے بعد ہی اس قسم کے صنائع اور بدائع کلام جاہلیت میں بھی پائے جاتے ہیں لیکن وہ صنائع بلا قصد متکلم واقع ہوئے ہیں چنانچہ زہیر کے کلام میں اس قسم کے اکثر صنائع اور بدائع پائے جاتے ہیں علامہ باقلانی نے اعجاز القرآن میں لکھا ہی کہ قرآن پاک میں جس قدر صنائع اور اسجاع واقع ہیں وہ بھی بلا قصد ہیں اور اس دعویٰ پر انھوں نے بہت سے دلائل قائم کیے ہیں مسلمانوں میں ابتدا جس شخص نے صنائع اور بدائع کے فن کو باقاعدہ مدون کیا وہ حبیب بن اوس ہی ابن المعتز پر صنائع اور بدائع کا خاتمہ ہے خلاصہ کلام یہ ہی کہ کلام مطبوع میں پہلی چیز ترکیب اور بندش الفاظ کی چستی ہے جس سے کہنے والے کا مدعا باحسن وجوہ سُننے والوں کے سمجھ میں آجائے اس کے بعد تزئین کلام اور صنائع اور بدائع ہیں جو اُسس کی رنگینی بڑھاتے ہیں۔

دوسری قسم مصنوع ہی جس کی ابتدا بشار اس کے بعد حبیب بن اوس سے ہوتی ہی اور اختتام اس کا ابن المعتز پر ہوتا ہی اس شخص کے بعد متاخرین نے اسی کے

تتبع میں اُنہیں اصول مدونہ پر اقسام صنائع اور بدائع میں اضافہ کیا اور پھر سب اُسی کے خرمن کے خوشہ چین رہے متاخرین میں اکثر اقسام بدیع کو بلاغت کی ایک شاخ قرار دیتے آئے ہیں۔

چیستاں داخل بلاغت نہیں اس بنیاد پر کہ اگرچہ افادہ معنی میں اُن کو دخل نہیں ہے تاہم فصاحت کلام کے بڑھانے میں ممد ضرور ہیں لیکن متقدمین اہل بدیع کے نزدیک یہ داخل بلاغت نہیں ہے اور نہ اس کو بلاغت سے کوئی تعلق ہے چنانچہ ابن رشیق اندلسی اور دیگر بلغاء اندلس اقسام فنون ادبیہ میں اس کو متفرقات کے ذیل میں لکھتے ہیں اُن کے لیے کوئی جداگانہ موضوع قرار نہیں دیتے اور نہ اقسام بلاغت میں ان کا ذکر کرتے حقیقت بھی یہی ہے متاخرین کی یہ غلطی تھی کہ اُس کو بلاغت کا ایک حصہ قرار دیا اور اس غلطی سے اس کی چول کسی طرح نہیں بیٹھتی اور اعتراضات کا دروازہ کھل جاتا ہے اور اُن کے جوابات میں تاویلات کرنی پڑتی ہیں تاہم اتنا ضرور ماننا پڑے گا کہ کلام میں صنائع کی کثرت تکلف پیدا کرتی ہے جو سلاست کلام کے لیے سم قاتل ہے متقدمین نے تسلیم کر لیا ہے کہ اگر کسی قصیدہ میں دو چار اشعار بلا تکلف و ارادہ اگر کسی صنعت خاص کو ظاہر کریں تو وہ موجب تحسین ہے جیسے رُخساروں پر تل خوبصورتی پیدا کرتا ہے لیکن اگر سارا چہرہ تلوں سے بھر جائے تو اُسی درجہ میں چہرہ کو باعیب بنا دیگا

اقسام چیستاں کی تفصیل چیستاں کے اقسام کو میں بتفصیل لکھتا ہوں۔ اس سے حقیقت اور انواع چیستاں پر کافی اطلاع حاصل ہو گی۔ کاویہ درشس میں شاعر بلیغ

شری ڈنڈی لکھتے ہیں۔

क्रीड़ा गोष्ठी विनोदेषु तज्ज्ञैराकीर्ण मन्त्रणे
परव्या मोहने चापि सोपयोगाः प्रहेलिकाः

ترجمہ "گوٹی کے کھیل میں اور مجلس میں پوشیدہ گفتگو کرنے اور دوسروں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لئے یہ بہت بکار آمد ہے" کسی مجمع میں باہم اگر کسی سے گفتگو کرنا ہو اس طرح ہے کہ دوسرا اس کو سمجھ نہ سکے یا کسی کو اپنی طرف متوجہ کرنا ہو تو اس کے لئے پہیلیاں بہت مفید ہیں اس کی سولہ قسمیں ہیں جن کو مصنف بالتصریح بیان کرتا ہے اور ہم ان کو بجنسہٖ نقل کرتے ہیں۔

आहुः समागतां नाम गूढार्थां पदसन्धिना ॥
वञ्चितान्यत्र रूढेन यत्र शब्देन वञ्चना ॥ ९८ ॥

व्युत्क्रान्तातिव्यवहित प्रयोगान्मोह कारिणी ॥
सा स्यात् प्रमुषिता यस्यां दुर्बोधार्था पदावली ॥ ९९ ॥

समान रूपा गौणार्थारोपितैर्ग्रथिता पदैः ॥
परुषा लक्षणास्तित्वमात्रव्युत्पादितश्रुतिः ॥ १०० ॥

संख्याता नाम संख्यानं यत्र व्यामोह कारणम् ॥
अन्यथा भासते यत्र वाक्यार्थः सा प्रकल्पिता ॥ १०१ ॥

सा नामान्तरिता यस्यां नाम्नि नानार्थ कल्पना ॥

निभृता निभृतान्यार्था तुल्यधर्मस्पृशा गिरा ॥ १०२ ॥

समानशब्दोऽन्यस्तशब्दपर्यायसाधिता ॥
संमूढा नाम या साक्षान्निर्दिष्टार्थापि मूढये ॥ १०३ ॥

योगमालात्मिका नाम या स्यात् सा परिहारिका ॥
एकच्छन्नाश्रिते व्यक्ते यस्यामाश्रयगोपनम् ॥ १०४ ॥

सा भवेदुभयच्छन्ना यस्यामुभयगोपनम् ॥
सङ्कीर्णा नाम सा यस्यां नाना लक्षण सङ्करः ॥ १०५ ॥

एताः षोडश निर्दिष्टाः पूर्वाचार्य्यैः प्रहेलिकाः ॥
दुष्ट प्रहेलिकाश्चान्यास्तैरधीताश्चतुर्दशः ॥ १०६ ॥

ترجمہ

اوّل سماگتا **समागता** وہ پہیلی ہے جس میں دو لفظوں کے مل جانے سے اُس جملہ کے معنی مشکل سے سمجھے جائیں۔

دوسرے ونچتا **वञ्चिता** جس میں باوجود الفاظ کے واضح ہونے کے اُس کا سمجھنا دشوار ہو۔

تیسرے ویت کرانتا **व्युत्क्रान्ता** جس میں پوشیدہ الفاظ کے اجتماع سے مطلب ظاہر نہ ہو۔

چوتھے پرموشیتا **प्रमुषिता** جس میں الفاظ کی دشواری سے معنی ظاہر نہ ہوں

پانچویں سمان روپا **समानरूपा** جس میں معنی حقیقی متروک اور معنی مجازی مراد ہوں۔

چھٹے پروشا **परुषा** جو سوتروں میں ترتیب دی گئی ہو چونکہ یہ کانوں کو سخت معلوم ہوتی ہے اس لئے اس کو پروشا کہتے ہیں۔

ساتویں سنکھیاتا **संख्याता** جس جگہ حروف کا شمار یا اسماء اعداد ہوں

آٹھویں پرکلپتا **प्रकल्पिता** جس جگہ جملہ کے معنی اور ہوں اور مقصود اور ہی کچھ ہو۔

نویں نامانترتیا **नामान्तरिता** جہاں ایک اسم میں بہتیرے معانی ہوں

دسویں نبھرتیا **निभृता** جس جملہ میں کسی لفظ کے معنی ظاہر میں بالکل معمولی متداول ہوں لیکن حقیقت میں دوسرے معنی غیر معمولی مراد ہوں۔

گیارھویں سمان شبدا **समानशब्दा** جہاں پر اُس کے مترادف الفاظ سے اُس کے معنی حاصل کئے گئے ہوں۔

بارھویں سموڑھا **संमूढा** جس جگہ الفاظ کی ترتیب اس طرح چالاکی سے واقع ہو اور اس کے الفاظ اس طرح دھوکھا دینے والے ہوں کہ باوجود صاف ہونے کے پھر بھی اُن کے سمجھنے میں پیچیدگی ہو۔

تیرھویں پریہارکا **परिहारिका** مرکب الفاظ کے اجتماع سے فوراً معنی مراد کی طرف ذہن منتقل نہ ہو سکے۔

چودھویں ایکچھنا एकच्छन्ना جس میں اُس کا ظرف ظاہر ہو اور مظروف پوشیدہ ہو۔

پندرھویں اوبھے چھنا उभयच्छन्ना جس میں ظرف او مظروف دونوں پوشیدہ ہوں۔

سولھویں سنکیرنا सङ्कीर्णा جس میں اوپر کے تمام اقسام جمع ہوں۔

متقدمین ہنود نے یہ سولہ اقسام پہیلیوں کے لکھے ہیں لیکن ان کے علاوہ چودہ اقسام اور بھی ہیں جن کو ہم ترک کرتے ہیں اس وجہ سے کہ وہ بہتر نہیں سمجھی جاتیں حقیقتاً پہیلی کا اطلاق رموز و اشارات پر بھی ہوتا ہے اور تمام اقسام رموز و اشارات کے پہیلی کے تحت میں داخل ہیں۔

چیستاں کی دو اور قسمیں اگر میرے نزدیک پہیلی کی دو قسمیں اور بھی ہو سکتیں ہیں ایک قولی دوسرے عملی قولی میں وہ تمام اقسام پہیلیوں کے شامل ہیں جو الفاظ و عبارت سے اختبار اور آزمائش اذہان کی جائے دوسرے عملی جس میں تمام اقسام گورکھ دھندے وغیرہ کے داخل ہیں جو بغرض آزمایش اذہان اور تفریح طبائع کے بابک دگر پیش کیے جاتے ہیں اور اُن کے انواع کا کوئی حصر نہیں ہے اُن میں اختراعات اور ایجادات ہمیشہ ہوتی رہتی ہیں اسی قسم میں بھول بھلیاں بھی شامل ہے جو غالباً ایک قدیم طریقہ عمارت ہے جس کو بادشاہ اور راجہ وغیرہ اپنے قلعوں اور محلوں میں بناتے تھے اور ایک قسم کی وہ کمیں گاہ تھی جو اعدا سے تحفظ کے غرض سے بنائی جاتی تھی اور تھوڑے

دنوں پیشتر اس کا رواج تھا اور آخر میں تفریح اور زیبائش کے لئے نواب وغیرہ اپنے مکانات میں بناتے تھے اور اس قسم کی قدیم عمارات اب تک جابجا پائی جاتی ہیں۔

طرز ادا۔ کسی شاعر کے کلام پر تنقید کے لئے پہلا مسئلہ زبان اور طرز ادا کا ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ ہم کو حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ کے ہندی کلام کا بڑے سے بڑا ذخیرہ جو دستیاب ہو سکا وہ صرف چند اشعار پر ختم ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس پر کیا رائے قائم کی جا سکتی ہے۔ زیادہ سے زیادہ اگر کچھ لکھا جا سکتا ہے تو انھیں اشعار سے ایک ظنی قیاس ہوگا کہ اسی طرح کے اور بھی کلام ہوں گے ہر شخص اس قیاس کی جو وقعت کر سکتا ہے وہ ظاہر ہے۔

حضرت امیر کا ہندی کلام افسوس ہے کہ حضرت امیر خسرو مرحوم کے ہندی کلام کا ذخیرہ فارسی نظم کے مجموعۂ کلام سے بہت زیادہ تھا جو اب بالکل مفقود ہے ممکن ہے کہ وہ بھی کسی وقت اور زمانہ کے انتظار میں زیب دامن خمول ہو اس وقت اُس کے ہاتھ آنے کی تو بظاہر کوئی اُمید نہیں ہے اگر مل سکتا ہے تو ہندی بھاشا حرفوں میں ہندی کتابوں میں جس کے لئے مختلف ہندی کتب خانوں کی پرتال کی حاجت ہے لیکن اس کی لاگ اگر کچھ ہو سکتی ہے تو وہ صرف مسلمانوں ہی کا حصہ ہے۔ حالت یہ ہے مسلمانوں میں اب ہندی کا مذاق ایسا اُٹھ گیا کہ معمولی دیوناگری حرف شناسی بھی اب مسلمانوں سے مفقود ہے ایسے مسلمان جو سنسکرت سے واقفیت رکھتے ہوں انگلیوں پر شمار کئے جانے کے قابل ہیں ہمارے ہندو بھائیوں کو اُس کے ساتھ کیا دلچسپی اور

اہتمام ہوسکتا ہی جبکہ اُن کو خود اپنے شعراء اور مصنفین کے یادگار کا وسیع میدان ملنے
ہے جس کو طے کرنا اُن کا قومی فرض ہی۔ جو کچھ اُن لوگوں نے مسلمان ہندی شعراء
کے کلام یکجا کرنے اور اُس کے اشاعت میں سعی کی ہے اور تھوڑا بہت جو کچھ بھی
ذخیرہ ہمارے ہاتھوں میں ہی اور ہم اُس کے منت کش ہیں وہی کیا کم ہی مسلمانوں
کے کارنامے جس قدر غیر قوموں نے اب تک زندہ کئے ہیں اُس کا دسواں حصہ بھی
اب تک مسلمانوں کی کوشش سے انجام نہ پا سکا۔ یورپ میں متعدد انجمنیں اور
مجالس علمیہ محض اسی غرض سے قایم ہیں کہ وہ قدیم اسلامی کتابوں کو مُہیا کریں اور
ان کو شائع کریں وہ لوگ اس پر زر خطیر خرچ کرتے ہیں اور اپنے زندگی کے بیش بہا
اوقات کو نذر کر چکے ہیں مسلمان شعرا ہندی بھاشا عبدالرحیم خانخاناں رحمن۔ رس کھان
(سید ابراہیم) اکبر (بادشاہ) کمال۔ جمال وغیرہ وغیرہ جن کی تعداد سو سے اوپر ہی
ان کے کلام جو کچھ ہم کو نظر آتے ہیں وہ صرف ہندوؤں کے مساعی جمیلہ کا ثمرہ ہی
ورنہ عام طور سے تو مسلمان سرے سے اس زبان ہی سے اب بے بہرہ ہیں علامہ
اوحدی نے لکھا ہی کہ حضرت امیر خسروؒ کے ہندی کلام کا حصہ فارسی کلام سی بہت
زیادہ تھا جو آج ہمارے لئے ایک افسانہ سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔ حضرت
امیر خسروؒ کا ہندی کلام جو کچھ ہاتھ آیا ہے علاوہ چیتیاں اور کہہ مکرنیوں کے چند اشعار
متفرق اور ایک فارسی ممزوج ہندی غزل ہے جن کو مشتے نمونہ از خروارے ہدیہ
ناظرین کرتے ہیں اور اُس مفقود ذخیرہ کو حسرت و یاس سے یاد کرتے ہیں۔

ہندی زبان کے مسلمان شعرا، پر اجمالی نظر

قبل اس کے کہ ہم حضرت امیر خسرو مرحوم کے ہندی کلام کی تنقید شروع کریں متقدمین اور متاخرین شعرائے ہندی بھاشا کے کلام پر اجمالی نظر ڈالنا مناسب سمجھتے ہیں تاکہ حضرت امیر خسرو مرحوم کے خصوصیات جن کو فطرت نے اُن کے حصہ میں ڈالی ہے بے نقاب ہوکر نظر آئیں۔ ہم اُس ہندی زبان کی شاعری سے بیشتر خوش ہوتے ہیں جن میں ہمارے اپنے خیالات جلوہ گر ہوں لیکن دیکھنا یہ ہے کہ وہ لوگ جن کی زبان ہندی ہے وہ اس سے کہاں تک لطف اُٹھاتے ہیں اور اصلی معیار بھی یہی ہے ظاہر ہے کہ ہندی داں اصحاب کے لئے یہ اُسی طرح سنگلاخ اور خشک چیز ہے جیسا کہ اُن کے خیالات ہمارے عدم موانست سے ہمارے لئے پھیکے اور بے مزہ ہیں مجھے ایک قصہ یاد آیا کہ میں نے عرب میں ایک شاعر کو آزاد بلگرامی کے عربی اشعار سُنائے اُس نے کہا کہ اشعار تو اچھے ہیں لیکن ان میں عجمیت ہے۔ اس کا سبب یہی ہے کہ ہم اُن کی معاشرت اور روزمرہ کے خیالات سے مانوس نہیں اور ہم جن خیالات کو نظم کرتے ہیں اُن سے وہ متاثر نہیں مثلاً حضرت شیفتہ مرحوم فرماتے ہیں ؎

اتنی نہ بڑھا پاکیٔ دامن کی حکایت
دامن کو ذرا دیکھ ذرا بند قبا دیکھ

اپنی جگہ پر یہ شعر کس قدر بلیغ ہے۔ لیکن اگر اسی خیال کو ہندی الفاظ کا لباس پہنا دیا جائے تو ہندی داں جماعت کے لئے بالکل غیر مانوس چیز ہوگی اس لئے کہ اُن کی شاعری

میں بند قبا اور پا کی دامن کا مفہوم ہی نہیں ہے اُن کے لئے یہ ایک اجنبی چیز ہے یا ہندی میں بہاری کہتا ہے۔

पूसमास सुनि सखिनपै साईं चलत सवार
गहिकर बीणाप्रवीणा तिय रोप्यो राग मलार

پوس ماس سنی سکھن پے سائیں چلت سوار — گہی کر بین پروین تی روپیو راگ ملار

ترجمہ "پوس کے مہینے میں سکھیوں سے یہ بات سُن کر کہ پیارے علی الصباح پردیس کو جائیں گے اُس چالاک عورت نے بین لے کر ملار کے راگ الاپے" مدعا یہ ہے کہ ہنود کے خیال کے مطابق ملار کے راگ سے پانی برستا ہے اور اُن کے نزدیک اگر پوس کے مہینے میں بارش ہو تو جاترا (سفر) نا درست ہے لہذا اُس نے ملار کے راگ شروع کیے تا کہ اُس سے پانی برسے اور سفر نا درست ہو اس مضمون کو اگر اردو عربی یا فارسی کا لباس پہنایا جائے تو فارسی یا عربی مذاق سے بالکل جداشی ہو گی اس لئے کہ یہ خیالات مسلمانوں میں نہیں ہیں اور نہ اس سے اُن کے جذبات پر کوئی اثر پڑ سکتا ہے ہر زبان کی شاعری میں انھیں خیالات کا پایا جانا ضروری ہے جو اُس میں رائج ہیں۔

اُردو شاعری کا نقص | اُردو شاعری میں اس وقت سب سے بڑا نقص یہی ہے کہ اُردو شعرا نے فارسی خیالات کا اس قدر تتبع کیا ہے کہ اب صحیح مذاق اُن سے جاتا رہا جس شخص نے کبھی بلبل کی صورت نہ دیکھی ہو اُس کو اُس کا تخیل کیا مفید ہو سکتا ہے جو کبک دری کی شکل اور خصائل سے ناواقف ہے وہ اس کے نام سے کیا لطف اُٹھا سکتا ہے ہم جس قدر کوئل پپیہا کے آواز اور اس کے خصائل سے واقف ہیں اور اس کے

تخیل سے جو تحریک جذبات ہو سکتی ہے وہ فارس کے چڑیوں کے ذکر سے ناممکن ہے جس چیز کو اپنی عمر میں کسی نے کبھی نہ دیکھا ہو اُس کا صحیح تخیل کیونکر ممکن ہو۔

ہندی زبان میں عربی وفارسی الفاظ کا استعمال

دوسرا سب سے بڑا نقص جو مسلمان ہندی نظم کرنے والوں میں اس وقت پایا جاتا ہو وہ یہ ہے کہ ہندی زبان کے ساتھ عربی یا فارسی الفاظ کو ھند (ہندی الفاظ کی صورت میں لاکر) استعمال کیا جاتا ہے جس سے زبان کا لطف جاتا رہتا ہو اور ہندی زبان کے نقطہ نظر سے وہ الفاظ غیر فصیح سمجھے جاتے ہیں جو نظم یا نثر کے لئے سخت معیوب ہیں اگرچہ اس عیب سے خود متاخرین ہنود کے کلام پاک نہیں ہیں جیسے بہاری لال یہ ہندی کا بہترین شاعر خیال کیا جاتا ہے اس نے بھی اپنے کلام میں اکثر فارسی وعربی الفاظ کو ہندی بنا کر استعمال کیا ہو لیکن یہ بہت ہی شاذ ہو اس کا سبب اسلامی حکومت کا اثر ہو دوسرے یہ کہ اب ان الفاظ نے کثرت استعمال سے ہندی صورت اختیار کر لی جیسے بہاری کہتا ہو۔

मानहु बिधि तनु अच्छ छबि स्वच्छ राखवे काज
दग पग पोंछन को किये भूषन पायन दाज

مانہو بدہی تنو اچھہ چھبی سوچھ راکھبے کاج
درگ پگ پوچھن کو کیے بھوشن پاینداج

ترجمہ "گویا جسم کی خوبصورتی کو قایم رکھنے کے لئے ودھاتا (خدا) نے پائے نگاہ کو صاف کرنے کے لئے زیور کو پا انداز بنایا۔ یہاں پاینداج پا انداز کا ھندی ہی"۔

छुटी न शिशुता की झलक झलक्यो योवन अंग
दीपति देह दुहून मिलि दिपति ताफता रंग

چھوئی نہ ششوتا کی جھلک جھلکیو یوبن انگ
دیپتی دیہ دوہوں لی دیپتی تا پتہا رنگ

ترجمہ لڑکپن کی جھلک نہیں گئی تھی کہ جسم پر جوانی کا رنگ چڑھ گیا دونوں (لڑکپن اور جوانی) کے ملنے سے جسم تافتہ کی طرح چمکتا ہے یہاں تافتہ کو تاپھتا بنایا ہے سورداس نے بھی اکثر اس قسم کے الفاظ کو اپنے کلام میں جگہ دی ہے جیسے

اودھو دھن تمرو بیوہار۔ شاہ کو پکڑت چور کو چھوڑت + چگلن کو ایتبار۔ شاہ چغل اعتبار یہ الفاظ عربی و فارسی و ترکی کے ہیں۔

تلسی داس رامائن میں متعدد جگہ ایسے الفاظ لایا ہے۔

ملک محمد جائسی | لیکن کثرت استعمال سے یہ الفاظ ہندی شمار ہو گئے اور ان کی عربی فارسی کی حیثیت جاتی رہی سولھویں صدی عہد شیر شاہی کے مشہور شاعر ملک محمد جائسی نے پدماوت لکھی اگرچہ اس کی زبان میں عجمیت نہیں ہے پھر بھی اس کی ہندی بھاشا دہقانی اور گنواری ہے جس کو ٹھیٹھ ہندی کہتے ہیں اس کی زبان اعلیٰ طبقہ کی ہندی شعرا کی نہیں ہے ہندی الفاظ میں اسی طرح تصرف کیا گیا ہے جس طرح گنواروں کی گفتگو میں عربی یا فارسی الفاظ کی صورت نظر آتی ہے جیسے خدا کی حمد لکھتے ہیں۔

کینہس اگنی پون جل کھیہا ‏ ‏ ‏ کینہس بہتیٔ رنگ اوریہا

ترجمہ جس نے آگ۔ ہوا۔ پانی۔ مٹی بنایا (اس سے) اس نے طرح طرح کے نقش و نگار بنائے اوریہ بمعنی رچنا۔ یہ لفظ اودھ اور بہار کی عورتوں میں بہت مستعمل ہے۔ سنسکرت اولیکھ سے مشتق ہے۔

کینہس راجا بھوجیٔ راجو ‏ ‏ ‏ کینہس ہستی گھوڑ بتی ساجو

ترجمہ جس نے بادشاہ کو اپنے سلطنت سے متمتع ہونے والا کیا جس کی آرائش کے لئے گھوڑے ہاتھی کو بنایا۔ لفظ بھوجی یعنی متمتع ہونا یہ ہندی شعرا کے استعمال میں نہیں ہے۔

نہ اوہی ٹھاوں نہ اوہی بنو ٹھاوں   روپ ریکھ بنو نرمرناؤں

ترجمہ نہ اس کی جگہ ہے اور نہ اس کے بغیر کوئی جگہ ہے بلا شکل و صورت کے ہے اس کا نام نرمل ہے (سچدانند) نور مجرد۔

ناکوئی ہوئی اوہی کے روپا   نا اوہی اس کوئی اوس انوپا

اس کو نثر میں یوں کہا جائے تو صاف ہو جائے گا۔

نہ کوئی ہے اوہ کے روپ   نہ اوہ اس کوئی ایسا انوپ

روپ یعنی شکل انوپ یعنی بے مثل۔ یہ عبارت بالکل گنواروں کی ہے جو دیہات میں رات و دن بولی جاتی ہے اگر اس کا موازنہ تلسی داس کی رامائن سے کیا جائے جس کے طرز اور وزن پر یہ کتاب لکھی گئی ہے تو دونوں میں ما بہ الفرق واضح ہو جائے گا۔

تلسی داس خدا کی تعریف میں لکھتے ہیں۔

اگن سگن دو دو برہم سورپا   اکتھ اگادہ انادی انوپا
مورے مت بڑہ نام ہوں تے   کئی جہین یگ نج بش نج بوتے

ترجمہ بلا صفت اور با صفات دونوں برھا کی صورتیں ہیں۔ ناقابل بیان۔ ازلی۔ مجہول الکنہ اور بے مثل میری رائے میں دونوں سے نام بڑا ہے جس نے بلا صفت اور با صفت دونوں کو اپنی قوت سے اپنے اختیار میں کر رکھا ہے۔

جس کو ہندی بھاشا سے کچھ بھی موانست اور درک ہے وہ ان دونوں کے فرق مدارج کو بخوبی انداز کرسکتا ہے۔

تلسی داس کی نظم ملک محمد جائسی کے کلام میں وہ خوبی اور فصاحت نظر نہیں آتی جو تلسی داس کی نظم میں بوجہ اتم نمایاں ہے۔ تلسی داس نے جو لفظ جس محل پر رکھدیا گویا قدرت نے اُن الفاظ کو اُنھیں جگہوں کے لئے بنایا تھا الفاظ کی سلاست اور فصاحت اپنی آپ ہی نظیر ہے مولوی محمد حسین صاحب مرحوم نے آبحیات میں ملک محمد جائسی کے دوہے اور کبتوں کی تعریف لکھی ہے لیکن میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اُنھوں نے اُن کے مضامین کی تعریف کی ہے یا زبان کی میرے خیال میں اگر عقیدتمندی کو الگ کردیا جائے جو اکثر انسان کے ذوق صحیح اور احساس فطری کو مفلوج کرتی ہے جیسا کہ میں اس کے بحث میں لکھ چکا ہوں تو زبان کی حیثیت کچھ بھی باقی نہیں رہتی۔

عبدالرحیم خانخاناں کے دوہے البتہ اگر تلسی داس کے دوہوں کا عبدالرحیم خانخاناں کے دوہوں سے مقابلہ کیا جائے تو دونوں میں مشکل سے فرق امتیازی پیدا ہو سکتا ہے۔ عبدالرحیم خانخاناں نے علاوہ ہندی زبان کے سنسکرت میں بھی بہت کچھ کہا ہے اور بہت بہتر کہا ہے۔ ہنود نے اب تک خانخاناں کے بہت سے دوہے جمع کرکے چھپوائے ہیں۔ خود ہندو مصنفین اس کے مدح میں رطب اللسان ہیں ہندی میں رحیمن تخلص کرتے تھے۔ تلسی داس کے معاصر تھے۔ فرماتے ہیں۔

رحیمن دھاگا پریم کا مت توڑو چھٹکائ ٹوٹے سے پھر نا ملیں ملیں گانٹھ پر جائے

ترجمہ اے رحیم رشتۂ الفت کو مت توڑو ٹوٹنے سے (دھاگا) پھر نہیں جڑتا اور اگر جوڑا جاتا تو گرہ پڑجاتی ہے

یوں رحیم سکھ دکھ سہت بڑے لوگ سہ شانت — اودت چندہ جہی بھانت سون اتھوت وا ہی بھانت

ترجمہ اے رحیم اس طرح بڑے لوگ آرام وتکلیف کو صبر کے ساتھ برداشت کرتے ہیں جس طرح چاند جس شکل سے ظاہر ہوتا ہے اُسی طرح مٹیھتا ہے۔

سُورٹھا (سورٹھا، رحیم) پلٹی چلی مسکیائے دوتی رحیم اوجیائے اتی + باتی سی اُسکائے مانو دینی دیپ کی۔

ترجمہ وہ پلٹ کر مسکرا کر چلی گئی اے رحیم روشنی (دانتوں کی) بھڑک اُٹھی گویا کسی نے چراغ کی بتی اُسکا دی۔

سورٹھا اور دوہے کا فرق سُورٹھے اور دوہے میں فرق یہ ہے کہ دوہا کا قافیہ اخیر میں اور سورٹھا کا درمیان میں ہوتا ہے ہر سورٹھا اگر مقلوب کر دیا جائے تو دوہا بنجائیگا اسی طرح ہر دوہے کو اگر مقلوب کر دیا جائے تو سورٹھا حاصل ہوگا یعنی سورٹھا اگر اس کی ترتیب مقدم وموخر کر دیں تو دوہا ہو جائے جیسے ؎

دوتی رحیم اوجیائے اتی پلٹی چلی مسکیائے — مانو دینی دیپ کی باتی سی اُسکائے

دوہا

جو رحیم اُتم پرکرتی کا کری سکت کوسنگ
چندن وِش بیاپت نہیں لپٹے رہت بھُجنگ

ترجمہ اگر کسی شے کی فطرت اچھی ہے تو اُس کو بُری صحبت گزند نہیں پہنچا سکتی (جیسے) صندل پر سانپ لپٹا رہتا ہے مگر اُس کے زہر کا اُس پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔

جال پرے جل جات بہی تج مینن کو موہ — رحیمن مچھری نیر کو تو نہ چھاڑت چھوہ

ترجمہ جال پڑنے سے پانی مچھلیوں کی محبت کو چھوڑ کر بہجاتا ہے (مگر دیکھو) اے رحیم اس پر بھی مچھلی پانی کی الفت نہیں چھوڑتی۔

ہندی داں اصحاب پر پوشیدہ نہیں ہے کہ ان الفاظ اور اُن کے تراکیب میں جو خوبی اور دلفریبی ہے وہ کسی طرح بھی اہلِ زبان کے حسنِ ادا سے کم نہیں۔

تلسی داس کے کلام سے موازنہ تلسی داس جو ہنود میں ہندی بھاشا کا بادشاہ سخن سمجھا جاتا ہے اگر اس سے موازنہ کیا جائے تو مشکل سے کسی جانب رُجحان پیدا ہو سکتا ہے۔ عبدالرحیم خانخاناں نے الفاظ کے قوت و ضعف کا اچھی طرح مطالعہ کیا ہے ہنود کے معیار شاعری پر وسیع نگاہ ڈالی ہے۔ الفاظ پر قدرت اُس کے کمال سنسکرت دانی کا پرتو ہے۔

کبیر داس کبیر داس بھی ہندی کلام میں بہت مشہور ہے لیکن اُس کا کلام بلحاظ شاعرانہ تخیلات کے ادنیٰ مرتبہ رکھتا ہے۔ اُس کے دماغ میں جن خیالات کا دریا موج زن تھا اُس نے قدرتاً اُس کے کلام پر عام دلچسپی کا رنگ چڑھنے نہ دیا۔ خیالات کے ایک سمت کے بہاؤ نے الفاظ کی شیرینی کو بالکل دھو دیا۔ چونکہ اُس کی طبیعت کا میلان فطرتاً جوگیوں کی طرف تھا اور اُس نے جوگیوں ہی کا رنگ اختیار کر لیا اس لئے اُس کا تمام تر کلام خشک اور عام مذاق سے بالکل جدا ہو گیا۔ تاہم اُس کے کلام میں ایسی پختگی اور روانی پائی جاتی ہے جو بیشتر دوسرے مسلمان ہندی بھاشا کے شعرا میں نظر نہیں آتی۔ رنگ تغزل جس کو ہندی میں شرنگار

کہتے ہیں اس کے کلام سے بالکل مفقود ہے۔ کبیر داس کہتا ہی۔

ہی جو کہو تو نا ہیں ہے نا ہیں کہو تو ہے   ہی نا ہیں کے بیچ میں جو کچھ ہی سو ہے

پارس ساڑھے تین ہیں دیپک بھرنگی ساد   آدھو پارس پارکھی کہت کبیر و ساد

بھرنگی۔ ایک کیڑا ہی جو اکثر دوسرے کیڑے یا گوشت کے ٹکڑہ کو اٹھا لیجاتا ہی اور اپنے بنائے ہوئے مکان میں بند کر دیتا ہی اور پھر اس پر مسلسل اپنی توجہ قائم رکھتا ہی کچھ دنوں کے بعد وہ کیڑا یا گوشت اسی کی شکل اختیار کر کے اڑ جاتا ہی۔

پارکھی = پرکھنے والا۔ کسوٹی۔ ڈھائی تین سو برس کے قریب گزرے لیکن زمانے نے اس کو اب تک مرنے نہیں دیا اور عام عقیدتمندی کے روحانیت سے ابتک جوان ہی ہے۔

میر عبد الجلیل بلگرامی | میر عبد الجلیل بلگرامی عہد اورنگ زیب میں ہندی بھاشا کے بہت ممتاز شاعر تھے ہری بنش مشر بلگرامی سے بھاشا کا دیہ پڑھی تھی آپ کا کلام بھی اچھا ہوتا ہے جلیل تخلص کرتے تھے۔ فرماتے ہیں

سورٹھا

کہوں کہاں لو بھید۔ پیارے تیرے چرن کے   جہانواں چھاتی چھید۔ چھن بچھرت جاکے پرے

[ترجمہ: میں کہاں تک اے پیارے ترے قدموں کے اوصاف بیان کروں۔ پل بھر جدا ہوتے ہی جہانوے سے سینے میں غم سے سوراخ سوراخ ہو گئے] فرماتے ہیں

بروا

تنک دیا کے سپتے۔ مور بچاؤ   جل اوپر چیونٹی کو تنکو ہی ناؤ

ترجمہ نظر ترحم سے ذرا سا بھی دیکھ لیجئے تو میرا بیڑا پار ہو۔ پانی پر چیونٹی کو ایک تنکا ہی سہارا ہے پھر فرماتے ہیں۔

بہر کٹ لکھ من تہا کو نہیں اُپاؤ　　برہن کا ہ نہ بورے۔ اُلٹی ناؤ

ترجمہ دل بے دست و پا ابرو کو دیکھکر تھک گیا اور کچھ زور نہیں چلتا۔ عاشقہ کیونکر نہ ڈوبے ناؤ اُلٹ گئی ہے (ابرو کی تشبیہ اُلٹی ہوئی کشتی سے زیادہ بہتر ہے)

سید غلام نبی بلگرامی تخلص رس لین

سید صاحب اپنا تخلص رس لین فرماتے تھے علاوہ علوم عربیہ وفارسیہ کے زبان ہندی سے خاص مناسبت رکھتے تھے۔ آپ کی تصنیف سے رس پربودھ النکار (بدیع) میں نہایت بہتر کتاب ہے آپکے کتب خانہ میں صرف ہندی کے فن بلاغت پر پانچسو جلد کتابیں تھیں۔ آپ کا کلام ہندی بھاشا جہاں تک نظر پڑا نہایت بہتر ہے۔ فرماتے ہیں۔

نَوَلا مُری مبیٹھتی چِتے یہ من ہوت بچار　　کومل مکھ سہی نا سکت پیا چِتون کو بھار

ترجمہ نئی معشوقہ جھک کر بیٹھ جاتی ہے دل میں یہ خیال آتا ہے کہ نازک چہرہ عاشق کے چتون کا بوجھ اُٹھا نہیں سکتا۔ یہ تخیل ہندی اور فارسی میں مشترک ہے

پتیم چلے کمان۔ موکو گوسا سونپ کے　　من کری ہوں قربان۔ ایک تیر جب لاگی مو

ترجمہ پیارے مجھ کو کمان کا ایک گوشہ سپرد کر کے چلے۔ میں اپنی جان قربان کروں گا اگر ایک تیر بھی مجھکو لگا۔ آپ کا کلام شستہ ہوتا ہے لیکن آپکے کلام پر فارسی کا رنگ غالب ہے۔

سید طالب علی بلگرامی تخلص رس نایک

سید طالب علی بلگرامی رس نایک تخلص

فرماتے تھے۔ پیشتر آپ کا کلام شرنگار رس (تغزل) میں نہایت بہتر ہے۔ آپ کے کبت بہت خوب ہیں۔

کبت

جل کی نہ گھٹ بھریں مگ کی نہ پگ دھریں گھر کی نہ کچھ کریں بیبی بھریں سانسوری
ایکے سنی لوٹ گیئں لیکے لوٹ پوٹ بھیں ایکن کے درگ تے نکس آئے آنسوری
کہے رس نایک سو برج بنی تنی بدہی بدھک کھائی ہائے ہو لی کل ھا لنسوری
کرے اُپائے بانس ڈارے کٹائے ناہیں اوپجیں گے بانس ناہیں باجی پھیر بانسوری

ترجمہ بہت صاف ہی۔ سید صاحب نے مشہور مثل "نہ رہے بانس نہ بجے بانسلی" کی تضمین کی ہے۔ بہت بہتر تضمین ہے آپ کے کلام میں ہندی تخیلات اور زور الفاظ بہت پایا جاتا ہے یہی حقیقت بلاغت ہی۔

سید مُبارک علی بلگرامی سید مبارک علی بلگرامی۔ آپکے کبت اور دوہی جہاں تک دیکھے گئے نہایت بہتر ہیں۔ آپ کے ہندی زبان کا لطف آتا ہی۔ منشی شیو سنگھ صاحب انسپکٹر پولیس فرزند ٹھاکر رنجیت سنگھ سینگر تعلقہ دار ضلع اوناؤ نے اپنی کتاب شیو سنگھ سروج میں لکھا ہی کہ "آپ کی کوئی کتاب میری نظر سے نہیں گزری لیکن ان کے سیکڑوں کبت ہمارے کتب خانہ میں موجود ہیں۔

کبت

کنک برن بال نگن لست مال موتن کے مال اور سوہیں بھلی بھانت ہے